خواب فردا سے ہو گیا
منسوب
نہ دیکھا کسی نے سورج کو

اپنے موتی
چھپا کے رکھ نہ سکی
آسماں نے چرا لیے آنسو



یادِ رفتہ سے
سنائی ہے تمھاری داستاں
کس پہ تم عائد کرو گی فردِ جرم





ڈھونڈتا ہے ہر طرف تنہا ہیں
مگر
اقبال ملتا ہی نہیں



بند دروازوں کے پیچھے
منتظر ہیں میرے خواب
تم کو جانا ہے وہاں

ساری دنیا میں نہیں ہے
آگ کا
ہم نفس یا ہم نوا



آگ ہے
شعلہ فشاں
جو ابھی خاموش ہے





میری یادیں
لے رہی ہیں کورے کاغذ میں پناہ
لفظ کچھ کہتے نہیں



اس کی نوآباد دُنیا کے تعلق سے ہُسا ہے
وہ ہماری دسترس سے دُور ہے
آرزُو بے تاب ہے

دامنِ ساحل سے ٹکرا کر
پرندہ مر گیا
اس کی سانسیں ریت میں محفوظ ہیں

نا آشنا ہجوم میں
اپنوں کی جستجو
اِک ناروا عمل

فطرتِ انساں میں شامل ہی نہیں
ان دنوں
عصرِ معصومیت

اس طرف کھنچتی ہے
جب کوئی لکیر
ذہن و دل میں زلزلہ محسوس ہوتا ہے مجھے

میں نے آخرکار
پہچانا اسے
مختلف تھے رنگ رُوپ



کل قیامت ہی سہی
کچھ بچا کر رکھ دیا ہے
نسلِ فردا کے لیے





گھومتے آئے تھے بادل
اُڑ گئے ہیں کس طرف
منتظر ہے کب سے تِشنہ ماؤلی



ہاں غنیمت ہے
کسی کا انتظار
وقت رُکتا ہی نہیں

میری دنیا میں کبھی
تنہا
کوئی چلتا نہیں

بادلوں کے رَوزنوں سے
سُرخ کرنوں نے کیا ہے
چشمِ بینا کا شکار

اِک نئی دنیا کا دُھندلا سا تصور ہے
رواں
خواب کے لمبے سفر میں

پھنس گیا ہے خارزاروں میں
پرندوں کا گروہ
سُرخ ہے ساری زمیں

گم شدہ موتی
نظر آتے ہیں اس کی آنکھ میں
دُور ہے ساگر کہیں

ہے نگارِ شب یہ
سورج مہرباں
سو گئے ہیں سب چراغ



گھر یہ پہنچاتے ہیں آخر
رات میں
تنہا مسافر کو درخت



آرہی ہیں مختلف سمتوں سے آوازیں
کہیں
بولتا جنگل نہ ہو یہ زندگی

وہ یقیں سے کہہ رہا ہے
اس کی چادر میں سمٹ کر آئے گا
سارا جہاں



صف بہ صف
آئیں جو کرنیں
ہو گئے آنکھوں سے اوجھل راستے





اس کے سارے حوصلے
برف کی تہہ سے
چپک کر رہ گئے



گھٹ رہا ہے
حلقۂ سیارگاں
چاند ہی نادان ہے

مرتے مرتے بھی ہوئے ہیں
زندگانی سے
سئے قول و قرار



میری نظموں کے سیہ تالوت میں
مدفون ہے
میری حیات





دامنِ کوہ سار میں
چہچہاتا ہے پرندہ
گونجتی ہے سب کے سینوں میں صدا



سب جلا لیں اپنی اپنی کشتیاں
رگریہ زن ہے
آبِ دریا ہر طرف

کاٹتی ہیں
نارسیدہ خواہشیں
خشک پتوں کی طرح

شہد سے لبریز ہے بوتل
مگر
پھنس گئی ہے اس میں بیچاری مگس

خشک پتے ہیں رہ گزاروں پر
لوگ روتے ہوئے گزرتے ہیں
کر رہے ہیں درخت سرگوشی

وہ اکیلی جا رہی تھی
رات میں
اس کے سائے سے ٹپکتا تھا لہو

اشرفی کی دُھن میں
کوئی
زرد کرنوں کو چُرا کر لے گیا



یوں نظر آتی نہ تھی
دنیا میں
کیا یہی ہیں لمحہ ہائے آخریں





اس کے مستقبل کی بنیادوں میں
کتنے اَن گنت معصوم لوگوں کی
مقدّس خاک ہے



کھو چکی ہے معنی و مفہوم
میری روشنی
زیرِ سایہ ہیں حواس

بادلوں میں قید ہے سورج
خلا میں
پھنس گئی ہیں تتلیاں

میری آنکھیں
تک رہی ہیں چاند کو
ریزہ ریزہ ہو رہی ہے سب زمیں

کس کو سمجھوں معتبر
کس طرح آگے بڑھوں
راستے کیا کیا سناتے ہیں مجھے

کس نے دیکھی ہے مقدر کی کتاب
سب کے سب ہیں
زلفِ فردا کے اسیر

ایسی ویسی بات
وہ کہتا ہے دنیا کے تعلق سے مگر
پھر بھی دل سے آرزو جاتی نہیں



خون آلودہ کفِ پا کے تلے ہے
کوہسار
دُور سے وہ دانۂ گندم نظر آیا مجھے





میرے گھر آتا ہے سورج
شام کو
سر چھپانے کے لیے



یوں رسیلے پھل دکھائی دے رہے ہیں
آئینے میں
مجسم ہوں عکس جیسے سامنے

قتل ہوتے ہیں
پہاڑوں میں
ہمارے روز و شب



سورج بھی غرق ہوگیا
کشتی کے ساتھ ساتھ
سب فاتحہ پڑھیں





بڑھ کے پرسہ دے رہی ہے
غم زدہ موجوں کو
ریت



ڈر گئی ہیں میری آنکھیں
جھاڑیوں میں دیکھ کر
لاشوں کا ڈھیر

بھر گیا کشکول
اور مسرور ہے دریوزہ گر
پھر کرشمہ کر گیا اس کا ہنر

پرندے جاگتے ہیں
صبح کی ہوا اس میں
کرنیں دیر سے آتی ہیں دھرتی پر

جاتے جاتے
رک گیا جب آخری لمحہ
تو پچھتایا بہت

تنگ راہیں جا رہی ہیں
کوہساروں کی طرف
رینگتے پھنکارتے سانپوں کی طرح

میں نے اپنے منتشر الفاظ چن کر
بند کمرے میں جلائے
رات کو

ہر طرف ہے آگ
جس میں جل رہی ہیں میری یادیں
کوئی ایندھن بھی نہیں

میں نے سمجھا
چاند ہے موجوں کے ساتھ
غور سے دیکھا تو کوئی لاش تھی

اپنے ہی ناکارہ انڈوں کو
چھپا دیتی ہیں پیڑوں میں کہیں
دل گرفتہ تتلیاں

برہنہ تارے
اُترتے ہی سمندر میں نہانے کے لیے
لاج سے موجیں سمٹ کر رہ گئیں

روز روش میں اُتر کر فرش پر
مجھ سے کرتا ہے کبھی سرگوشیاں
حلقۂ سیّارگاں

صرف حق گوئی تھا اس کا جرم
جس پر
رو رہی ہے کل سے آزردہ صلیب

گندے پانی کی چُسکیاں لے کر
مطمئن ہے کہ اس کی پیاس بُجھی
میرا بچہ بھی کتنا بھولا ہے

ہے تماشہ
غیب کی آواز
بادلوں کے بیچ

صبح سے
محصور یادیں کر رہی ہیں احتجاج
آج پھر چھڑے ہیں ہے دل کا حصار

جب ستارے رو رہے تھے
آسماں کی سطح پر
ریزہ ریزہ ہو رہی تھی میری آسودہ زمیں

پیچھے رُت کے مسافرے

پتے اُڑ رہے

سیدہ ابگی



بند دروازوں سے
شب کی تیرگی میں
کس طرح آتے ہیں خواب





آئینہ دیکھا تو
آزردہ ہوئی
اس کے بالوں میں سفیدی آگئی



لمحہ لمحہ گر رہی ہے
کس طرح خود کو بچاؤں
راکھ سے

بنت نئی شکلوں میں
مجھ سے مل رہے ہیں روز و شب
سانس کیوں رکتی نہیں





ـ رواز وں سے
ـ کی تیرگی میں
، طرح آتے ہیں خواب



آج سنسان رہ گزاروں پر
اُجلی پرچھائیاں مسلط ہیں یا
تری خاموشی کا پہرا ہے

بڑھتے بڑھتے
گرد اِتنی بڑھ گئی
سرنگوں ہے اس کے آگے کوہسار

مجھ کو تنہا چھوڑ کر
جا رہے ہیں سب کے سب
صرف میری شاعری محوِ دعا ہے آس پاس

وقت ایستادہ ہے
ہم دونوں کے بیچ
گر گیا دستِ طلب

آج سنسان رہ گزاروں پر
اُجلی پرچھائیاں مسلط ہیں یا
بری خاموشی کا کہرا ہے

بڑھتے بڑھتے
گرد اِتنی بڑھ گئی
سرنگوں ہے اس کے آگے کوہسار



میرے اندر بحر و بر ہیں
اونچے اونچے پربتوں کا سلسلہ ہے
ٹوٹ کر گرتے ہوئے تارے بھی ہیں





پھر ہیں میرے روبرو
رات دن بڑھتے ہوئے
پائے طفلک کے نقوش



کب سے وہ بیٹھی ہوئی ہے
ابر کے آوارہ ٹکڑوں کو فقط گنتے ہوئے
اور شوہر بدحواس

ڈوبتے سورج کی آزردہ کرن
چومتی ہے آخری پتّے کو جب
تھرتھراتا ہے شجر



پستیوں سے
پربتوں جیسی بلندی پر پہنچ کر
کس لیے مرتے ہیں لوگ

سورج کے ساتھ ساتھ ہی
گہنا گئی ہے روح بھی
ٹوٹا ہوا ہے رابطہ

میری نظموں کی کتابیں
پاگلوں کے ہاتھ میں ہیں
یا خدا



رات بھر رہتا ہے
سچّے موتیوں کا لین دین
منتظر الفاظ سے





اس کے رخ کی جھریوں سے
کھیلتی ہے چاندنی
آنکھ لیکن بند ہے



پرندے کو خبر کیا
اس کے مردہ جسم ہی میں رہ گیا
آواز کا جادو

پھنس کے میرے جسم میں
رو رہی ہے آتما
ڈھک گئی ہے ان گنت پتوں سے جھیل

وہ کوئی خواب نہ تھا
اِک تماشہ تھا
بساطِ شب پر

سامنے ہے روایتوں کا شجر
اس کے پیچھے پتہ نہیں مجھ کو
حیرت

جا رہا ہے پھر کسی کوچے کی جانب یا
بھیانک جُرم سرزد ہو گیا
چاند کیوں عجلت میں ہے

جَل رہا ہے ذرّہ ذرّہ
محوِ گریہ ہیں سطح
مَوج ساحل کے قدم چھوتی نہیں



میری بیوی کا یہ دعویٰ ہے کہ
وہ بھی
فکروں میں ہے برابر کی شریک





اُڑ رہا تھا
میں ہوا کے پیکر
رڑھ کے تاروں تے لیے میرے قدم



مجھ پہ حملہ کر رہی ہیں
بھر ہوائیں
ہنس رہا ہے عہدِ رفتہ کا غبار

زندگی سے لڑتے لڑتے
کٹ چکے تھے دست و پا
مہرباں کوئی نہ تھا۔

کوئی مجھ سے کہہ رہا تھا
حملہ زن ہوتی ہے میری نظم ذہنوں پر
سیاہی کی طرح

دشمنوں کی فوج
جس کی جستجو میں پھر رہی ہے
وہ ہمہ تہ راز میرے پاس ہے

دیکھ کر افکارِ نو کی روشنی
آگیا سورج کے چہرے پر نکھار
سرخرو ہے آگہی

میری لطفیں ہیں کہ اشکوں کا حساب
حرف گویا
گنجِ فردا کا نقاب

مجھ کو آتا ہی نہیں ہے بات کرنے کا ہُنر
کس طرح قائل کروں
خوں آلودہ ہے اُس کی آستیں

اس کی لَے میں ہیں
کئی قوسِ قزح
چاند ہے کہ سو رہا ہے بے خبر

ڈھند میں لپٹی ہوئی ہے روشنی
کپکپاہٹ سی ہے پورے جسم میں
زندگی مصلوب ہے

رات مجھ سے کہہ رہی تھی
کال میں
اس کا دامن پاک ہے



مجھ کو آتا ہی نہیں ہے بات کرنے کا ہُنر
کس طرح قائل کروں
خون آلودہ ہے اُس کی آستیں

ہیں ہیں
ترح
کہ سو رہا ہے بے خبر

سب کتابیں
جل کے خاکستر ہوئیں
آگ سینے میں نہیں

رو رہا تھا
یک بچے کی طرح
کس نے سمجھایا اُسے

زرد ہوتا جا رہا ہے
چاند بھی میری طرح
رات کٹتی ہی نہیں

جل رہا تھا وہ بھی
کل سے شاہراہِ عام پر
اس لطر میں اس کا سایہ بھی نہیں

سب کتابیں
جل کے خاکستر ہوئیں
آگ سینے میں نہیں

رو رہا تھا
ایک بچے کی طرح
کس نے سمجھایا اُسے

سنگدل لوگوں میں پھنس کر
مضطرب رہتی ہیں اکثر
پاک رُوحیں

چڑھتے چڑھتے سُن رہا ہوں
اب بچاؤ کی کوئی صورت نہیں
ایک زینہ اور ہے

اُس کو میرے گھر میں آنے کے لیے
مدّتیں درکار ہیں
روشنی ہے روشنی

ریت میں لپٹی ہوئی سُورج ہوا
جا رہی ہے کس طرف
وقت بتلاتا نہیں

چھت کے باغیچے میں پہنچا تو یہ دیکھا
رو رہے تھے پھول
اپنے بخت پر

حواس میں واضح نہیں ہیں
فطرتِ ست کی طرح
صاف ہے رُوئے فلک

دہنِ آلودہ میں
شائستہ خیالوں کی صدا
طفلکِ معصوم کی کلکاریاں

دل کے ٹکڑے بھی برس کر
آنکھ سے اوجھل ہوئے
ابر پاروں کی طرح

میرے دل میں
رینگتے ہیں سانپ
ہونٹوں سے ٹپکتا ہے لعاب

اپنی دنیا خود بسا کر
وہ اکیلا چل رہا تھا
راستے میں کھو گیا

برگِ آوارہ کو
ملتی ہے پناہ
خانقاہوں کی مقدّس گود میں

وہ نہایت خاموشی سے
کھولتی ہے بابِ دل
قید میں ہے آرزو

اُگ رہی ہے بڑھ رہی ہے
روز روز
ڈر نہیں ہے ہاتھیوں کا گھاس کو

حلقہ حلقہ آ رہی ہے
سامنے سے گرد
کوئی آگم آگے بڑھ رہا ہے راہ میں

کب تلک بکتے رہیں گے
راستے
مختصر ہے فاصلہ

اُگ رہے ہیں
اجنبی دھرتی پہ
خوابوں کے درخت



میرے ہاتھوں سے رقم لیتے ہوئے
دستِ آلودہ میں
لرزش سی ہوئی





خود کو یکتائے زمانہ جان کر
اُس نے چٹانوں سے ٹکرایا
لہو کا ہے بیاں



آسماں پر
کیا خس و خاشاک ہیں یا
سات رنگ

[illegible]
[illegible]
[illegible]



اس کے قدموں کے تلے ہیں
صف بہ صف روشن ستارے
قیدیوں کی شکل میں





کیوں مجھے کمتر سمجھ کر
رو رہی ہو
صبح سے



اس نے کل مجھ کو دیا تھا
ایک شیریں تحفۃً
دیر تک باقی ہے تحریف سے تیک

[illegible]
[illegible]
[illegible]



بادلوں میں پھنس گیا
تنہا پرندہ
منتظر ہے گھونسلہ





وہ مری ہر رات کو
محفوظ رکھتی ہے
دعاؤں کی طرح



ٹے ہوئے بادل کو کہاں
کہاں اس کو برسنا ہے

[illegible]

جب وہ پہنچی اپنے سورج کے قریب
ہو چکی تھی یوں ضعیف
راکھ میں شعلے نہ تھے

سر پتوں کو اُڑا کر لے گئی
پاگل ہوا
سمت سے ناآشنا

بستے جنگل میں
آوازوں کا شور
زندگی

پیڑ تلے سے گاؤں
پانی میں ڈوبی شب
[illegible]



ہر طرف محسوس ہوتی ہے مجھے
ریگِ رواں
کیوں نہ پھیلاؤں میں اپنی سرحدیں





وہ اکیلا جا رہا تھا
فکر میں کھویا ہوا
رہنمائی کر رہے تھے راستے کے سب شجر



آج آخر
میرے بادل
برس میرے پانیوں پہ ٹک گئے

[illegible]

گہرے پانی میں ڈوب کر سائے
تہہ کو چھو لیں تو
لازوال ہیں

میں نے سمجھا تھا کہ
تابندہ رہے گی ساعتِ امروز بھی
روئے فردا کی طرح

عہدو پیاں
دیکھتے ہی دیکھتے جل جائیں گے
خشک ٹہنی کی طرح

ٹوٹی دیواروں کے خوف سے
نہ دیکھو
گر گر خوف کو ٹوٹ جاتے ہیں

زمیں ڈوب کر سائے

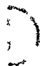
میں اکیلا تھا
لپک کر میرے سائے نے مجھے تھاما تو میں
چیخ اٹھا خون سے

روشنی آتے ہی
میرے ہاتھ میں
پانی پانی ہو گئیں دریاں

میں اکیلا تھا
لپک کر میرے سائے نے مجھے چھوا تو میں
چیخ اٹھا خوف سے

دوڑے لمحوں کو اس نے
بڑھ کے روکا تو وہی
ہو گیا معلوب کیوں ؟

روشنی تیرے بن
میرے ہاتھ میں
پانی پانی ہو گئیں ندیاں



صبح میرے پاس آئی
نرم کاندھوں پر لیے دُنیا کا بوجھ
سامنے اخبار تھا

ریل اپنے ساتھ
لے جاتی ہے پیلے
بے شمار

سارے بچے
آسماں پر مست ہیں
اور ان کے ہاتھ میں کشکول ہے

[illegible]

حواب میں
بچے نے دیکھا ہوئے تیر
ماں کی چھاتی حشک تھی

اُڑ گئے سارے پرندے
ا ب اکیلے نقشِ پا ہیں
رہ گدارِ یاد پر

بہتے بہتے
تیز رو دریا کے پانی میں
فنا ہو گئے سارے ریت

ہڈی ہڈی جل رہی ہے آتشِ الفاظ سے
رو رہا ہے قلب
میری آتما خاموش ہے

اُڑ رہی ہیں راستوں میں
تتلیاں
کس طرح وہ باغ سے رخصت ہوئیں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بڑی بڑی جل رہی ہے آتش الفاظ سے
رو رہا ہے فلک
میری آتما خاموش ہے

کن بھیانک جنگلوں میں
پرورش پاتی ہے
مرگِ ناگہاں

میں نے دیکھا
رو رہی تھیں چیونٹیاں
آگ جب روشن ہوئی

گھاٹ سے اُترا تو
حیرانی ہوئی
پُشت پہ دریا تھا

ہر پرندہ اُس سے ٹکرا کر گرا
تھک گیا شوشے کا سر
لوہے کے واسطے

کن بھیانک جنگلوں میں
پرورش پاتی ہے
مرگِ ناگہاں

میں نے دیکھا
رو رہی تھیں چیونٹیاں
آگ جب روشن ہوئی

مامتا معصوم سے
روح زخمی ہو گئی
دل لہو میں غرق ہے

آخری شب انتظار
تیرہ و تاریک راہوں سے گزرتا ہے
تیرہ دلوں کے پاسے سے ہو کر

کس لیے وہ لکھ رہا ہے
بے ضرر باتوں کی تشریحیں
بہت

صبح سے نکلا ہوا میرا پرندہ
شام تک لوٹا نہیں
دُور جنگل میں کہیں کوئی پرندوں کی ضیافت تو نہیں

تی رہا ہے
کب سے وہ بگلے جال میں
ایک مینڈک کی طرح

جھلملاتے وقت کے نازک پردوں پر
خواب کی پرچھائیاں
تھک رہی ہیں روشنی کی دلدل



آنکھ سے
ٹپکا جو انگاروں پہ اشک
چاند کے دامن میں سورج چھپ گیا





جس پہ میں بیٹھا ہوا ہوں
وہ مری مسند نہیں
قوسِ قزح کا عکس ہے



صرف اس کے نقشِ پا
ملتے ہیں
پژمردہ دھنک کے آس پاس

موت
میرے خانۂ ویراں میں آکر
کھو چکی ہے حافظہ

ہر سویرے دیکھتا ہوں
اپنے گھر کی خشک دیواروں کو می
تشنگی مقسوم ہے

آج ہواؤں سے یہ سمجھوتہ ہوا
اس سے پھر بیچ کر رہوں میں
رات بھر

[illegible]

[illegible]

[illegible]

جب بھی خود کو
ڈھونڈنے لگتا ہوں سطحِ آب پر
ہر طرف تیرے شگفتہ جسم ہی کا عکس ملتا ہے مجھے

پاگلوں کے درمیاں
کھو گیا سب کچھ مگر
بچ گئی میری انا



کوئی شاید تاک میں ہے
کھڑکیوں سے اس طرف
حادثہ



شہد کے ڈوبے ہوئے قطرے کو
دریا سے نکالا ہے قلم نے
بارہا

جب بھی خود کو
ڈھونڈنے لگتا ہوں سطحِ آب پر
ہر طرف تیرے شگفتہ جسم ہی کا عکس ملتا ہے مجھے

پاگلوں کے درمیاں
کھو گیا سب کچھ مگر
بچ گئی میری انا

کس طرح جائے گی گھر سے
تیرگی
سب دریچے بند ہیں



نو شگفتہ پھول کی پتی پہ رہتی ہے ہمیشہ
صبح دم سورج کو
موتی کی تلاش



کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے
میرے قدموں سے زمیں روشن ہوئی
یہ سنا مژدہ تو پاؤں کی تھکن جاتی رہی

کس لیے منڈلا رہے ہیں
ہر طرف سے باز
مرتا ہے ستارہ بھی کہیں



تب کلیدِ تبسم
مجھ سے چھن گئی
رو رہے تھے بام و در



لمحہ لمحہ
یوں بدلتی جا رہی ہیں ساری قدریں
مضطرب ہے آرزو

کہہ رہا ہے
ہوگئی تھیں مستقل سچائیاں
وہ بھی شاید عقل سے معذور ہے

لامکاں کے اجلے پردوں کے تعاقب میں
نظر آتی ہیں مجھ کو دور تک
اڑتی ہوئی پرچھائیاں

زعم کرتی ہیں نئی نسلیں ہمیشہ
اُس سے پہلے
کس سے تسخیرِ جہانِ نَو ہوئی

سب کے سب ہیں عقل کے پیچھے رواں
کوئی سنتا ہی نہیں
دل کی صدا

رات اور دن کی زبانیں
ایک ہیں
صرف میرے رنگ ہیں بدلے ہوئے

تم اگر سرگوشیوں میں
بات کرتیں تو یقیناً تھام لیتا
رات، ایسے تیز رو خوابوں کو میں

صبح سے وہ چُن رہی تھی مختلف رنگوں کے پھول
اُس نے گلدستہ بنا کر میرے بیٹے کو دیا
جو میرے پیچھے کھڑا تھا با ادب

میرے نقشِ پا نہیں ہیں اُس کشادہ راہ پر
رو رہا ہے جس کی ویرانی پہ
آزردہ آنگ

صاف ستھرے آئینے میں
کوئی سایہ تک نہیں
سونس سا خالی مکاں

میں مصرعوں پر مشتمل مندرجہ ذیل تحریروں میں اگرچہ ہائی کو کے پورے مطالبات کا احترام نہیں کیا گیا لیکن یہ تحریریں بہر حال ہائی کو ہی کی فضا میں سانس لیتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں لہٰذا میں انہیں ہائی کو ہی کی صف میں شمار کروں گا۔

بادلوں میں پھنس گئے
تیز پرندے
گھونسلے ہیں منتظر

میں نے دیکھا
رو رہی تھیں چیونٹیاں
آگ جب روشن ہوئی

بطور ایک مخصوص ہیئت ہائی کو کی ساخت نوعیت اس قسم کی ہے کہ اس میں موضوع یا نفس مضمون کا طلوع یا انکشاف طویل نظم کے انداز میں ممکن نہیں ہے ہائی کو میں نقش گری کے طلسمات کی علاوہ گرہ بھی ہے اور عمل کی رمز یہ کیفیات کی رنگارنگی بھی۔ حمید الماس مراجعت گردگی کے قریبی حوالے ماننے تجربات کے شاعر ہیں وہ ان ہی کی تمازت سے سرشار ہوتے ہیں اور ان ہی کے تاریک سایوں کی یورش میں اداس ہو جاتے ہیں۔ حمید الماس کی خوبی یہ ہے کہ وہ ہر مقام سے ملائمت اور لطافت سے گزر جاتے ہیں اگرچہ ایک ملائم افسردگی ان کے پورے کلام میں موجود ہے لیکن ہائی کو اور مختصر نظموں میں حمید الماس کی مخصوص پہچان کی صورت میں ابھری ہے۔

میں حمید الماس کو بڑے قریب سے جانتا ہوں، میں ان کے تخلیقی ولولے اور جذبے کی داد دیتا ہوں وہ اگرچہ کسی حد تک میری طرح رواں عمر کے ساتھ میں ہیں لیکن بہر حال حسن دریافت سے سرشار ہیں اس کا ثبوت ان کی مساعی تازہ کار کا تواتر اور تخلیقی تسلسل سے یہ ہائی کو (اور سہ رائی اور مختصر نظموں) ان کی تخلیقی دریافت اور تخلیقی کامرانی کا تازہ ترین ثبوت ہیں۔

ملراج کومل

سے مختصر نظم کے ترف و حوار میں بھیج گئی ہے تیسری مثال صرف سوال ہے۔ صرف ایک جملہ اور وہ بھی تکلفاً تین ٹکڑوں میں کاٹ کر لکھا ہوا جملہ ایک اور مثال ملاحظہ کیجیے۔

صبح سے نکلا ہوا میرا پرندہ
شام تک لوٹا نہیں
دور جنگل میں کوئی صیاد تو نہیں

مندرجہ بالا مثال میں IRONY کا پہلو بھی ہے اور مزاح کی ہلکی سی چاشنی بھی، حیرت و استعجاب کا پہلو بھی ابھرا ہے اور صورت مسئلہ بھی۔ میں سمجھتا ہوں یہ مثال سن رائی یو کے قریب چلی گئی ہے
حمید الماس کے ہائی کو، (مختصر نظمیں) ساختی اور معنوی اعتبار سے اکثر و بیشتر یا تو مختصر نظموں کے منتشر روپ میں یا پھر مختصر نظمیں ا۱ بعض اوقات خوب صورت اور کامیاب ہائی کو اور کبھی کبھی سن رائی یو (سن ری او)

وہ اکیلا جا رہا تھا
فکر میں کھویا ہوا
رہنمائی کر رہے تھے راستے کے سب شجر

دامن آلودہ میں
شائستہ خیالوں کی صدا
طفلک معصوم کی کلکاریاں

چومتی ہے آخری پتے کو جب
ڈوبتے سورج کی آزردہ کرن
تھرتھرا اٹھے شجر

* مکمل ٹیلہ دل کے ترتیب میں
منزل آئی میں گھر کو ڈوبتک
آنکھ موتی پہ چھپا نہاں

کیا یہ جو جیسے کہ اردو رسائل میں لکھے جانے والے اکثر ہائکو ہائیکو سے زیادہ سن رائیو کے ذیل میں آتے ہیں اور اردو شاعری کے بیشتر ہائیکو نوعیت کے اعتبار سے غزل کے شعر قطعے یا رباعی یا پھر مخمس کے قریب تر پائے جاتے ہیں۔

حمید الماس کے ہائیکو (مختصر نظمیں) پڑھتے ہوئے ان کی دلآویز کیفیات سے متاثر ہونے کے باوجود میں عجیب و غریب تذبذب کے عالم سے گزرا ہوں۔ میں ان کو ہائیکو کہوں سن رائیو (سن ری او) کہوں یا صرف مختصر نظمیں کچھ مختصر نظمیں کچھ مثالیں ملاحظہ کیجیے۔

زعم کرتی ہیں نئی نسلیں ہمیشہ
ان سے پہلے
کس سے تسخیر جہاں تو ہوئی

لمحہ لمحہ
یوں بدلتی جا رہی ہیں ساری قدریں
مضطرب ہے آرزو

کس لیے وہ لکھ رہا ہے
بے ضرر باتوں کی تشریحیں
بہت

تین مثالوں میں اظہار محض بیان کی سطح پر نقش گری REV DER NE کی کوئی کوشش نہیں کی گئی تیسری مثال میں بظاہر تو مصرعے تعداد میں تین ہیں لیکن درحقیقت ایک ہی مصرعے کو تین ٹکڑوں میں لکھ دیا گیا ہے۔ پہلی مثال میں "احوال صورت حال" چوں کہ صرف بیان کی سطح پر رہ گیا ہے اس لیے میں اسے نظم یا مختصر نظم تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ دوسری مثال بھی اگرچہ کم و بیش بیان کی سطح پر ہے، لیکن پہلے مصرعے میں 'لمحہ لمحہ' کی موجودگی اور تیسرے مصرعے میں آرزو کے اضطراب نے ایک نرم رو ڈرامائی کیفیت کو جنم دیا ہے۔ دوسری مثال میری نظر میں اس اعتبار

ہے مختصر نظم کے قرب وجوار میں پہنچ گئی ہے تیسری مثال صرف سوال ہے صرف ایک مسئلہ اور وہ بھی تکلفاً تین ٹکڑوں میں کاٹ کر لکھا ہوا جملہ۔ ایک اور مثال ملاحظہ کیجیے۔

صبح سے نکلا ہوا میرا پرندہ
شام تک لوٹا نہیں
دور جنگل میں کوئی صیاد تو نہیں

مندرجہ بالا مثال میں IRONY کا پہلو بھی ہے اور مزاح کی ہلکی سی چاشنی بھی، حیرت و استعجاب کا پہلو بھی اُبھرا ہے اور صورت مسئلہ بھی۔ میں سمجھتا ہوں یہ مثال سن رائی یو کے قریب چلی گئی ہے حمید الماس کے ہائی کو، (مختصر نظمیں) ساختی اور معنوی اعتبار سے اکثر و بیشتر یا تو مختصر نظموں کے سہ سطری روپ میں یا پھر مختصر نظمیں اور بعض اوقات خوبصورت اور کامیاب ہائی کو اور کبھی کبھی سن رائی یو (سن ری او)

وہ اکیلا جا رہا تھا
فکر میں کھویا ہوا
رہنمائی کر رہے تھے راستے کے سب شجر

دہن آلودہ میں
شائستہ جیالوں کی صدا
طفلک معصوم کی کلکاریاں

پھنگی سے آخری پتے کو چھو
ڈوبتے سورج کی آزردہ کرن
تھرتھراتا ہے شجر

وہ مکاں اُجلے دوراں کے تعاقب میں
سڑک میں گھر کو ڈھونڈتے
اندھی موت پر چھائیاں

یا پہنچ تو یہ ہے کہ اردو رسائل میں لکھے جانے والے اکثر ہائی کو ہائی کو سے زیادہ سن رائی یو کے ذیل میں آتے ہیں اور اردو شاعری کے ریڈ ایٹر نوعیت کے اعتبار سے غزل کے شعر، قطعے یا رُباعی یا پھر مصرعے کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔

حمید الماس کے ہائی کو یا مختصر نظمیں پڑھتے ہوئے ان کی دلآویز کیفیات سے متاثر ہونے کے باوجود میں عجیب و غریب تذبذب کے عالم سے گزر رہا ہوں۔ میں ان کو ہائی کو کیوں سن رائی یو (سن ای او) کیوں یا صرف مختصر نظمیں کچھ مختصر نظمیں کچھ مثالیں ملاحظہ کیجیے۔

رقم کرتی ہیں نئی نسلیں ہمیشہ
ان سے پہلے
کس سے تسخیر جہاں تو ہوئی

لمحہ لمحہ
یوں بدلتی جا رہی ہیں ساری قدریں
مضطرب ہے آرزو

کس لیے وہ لکھ رہا ہے
بے ضرر باتوں کی تشریحیں
بہت

تینوں مثالوں میں اظہار محض بیان کی سطح پر نقش گری ہے REN DERING کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ تیسری مثال میں بظاہر تو مصرعے تعداد میں تین ہیں لیکن درحقیقت ایک ہی مصرعے کو تین ٹکڑوں میں لکھ دیا گیا ہے۔ پہلی مثال میں "احوال صورت حال" چوں کہ صرف بیان کی سطح پر رہ گیا ہے اس لیے میں اسے نظم یا مختصر نظم تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ دوسری مثال بھی اگرچہ کم و بیش بیان کی سطح پر ہے لیکن پہلے مصرعے میں 'لمحہ لمحہ' کی موجودگی اور تیسرے مصرعے میں آرزو کے اضطراب نے ایک نرم رو ڈرامائی کیفیت کو جنم دیا ہے۔ دوسری مثال میری نظر میں اس اعتبار

تخلیقی دریافت اور کامرانی

ہائیکو جاپانی شاعری کی مقبول عام صنف سخن ہے۔ ہائیکو میں تین مصرعے ہوتے ہیں۔ پہلے مصرعے میں صورت حال کا ذکر ہوتا ہے دوسرے میں لمحاتی پیراؤ اور تیسرے میں طلوع تفتیش یا حیرت و استعجاب کا اظہار۔ ہائیکو کے مضامین، موسم کے رنگوں، آس پاس کی عام زندگی کے تجربوں پر مشتمل ہوتے ہیں طریق اظہار اور پیکر شائستہ اور الفاظ عام بول چال کے الفاظ ہوتے ہیں۔

ہائیکو کا آخری مصرع بالعموم کسی نہ کسی اسم NOUN پر ختم ہوتا ہے ہائیکو سے ملتی جلتی ایک اور جاپانی صنف سخن بھی ہے "سن رائی یو" SENRYO سن رائی یو میں مصرعوں کی تعداد تو ہائیکو کی طرح تین ہی ہوتی ہے لیکن ہائیکو کے برعکس سن رائی یو میں طنز تضحیک، تمسخر کے عناصر بھی شامل ہوتے ہیں سن رائی یو آخری مصرع میں آخری لفظ کو یعنی اسم NOUN کی صورت میں لانے کی قید سے بھی آزاد ہے اور موسموں کے تکلف سے بھی ہائیکو اور سن رائی یو میں پہلا مصرع پانچ سیلبلز SYLLABLES پر مشتمل ہوتا ہے دوسرا سات پر اور تیسرا پھر پانچ پر پچھلے کچھ برسوں میں بہت سے اردو شاعروں نے ہائیکو لکھنے کا تجربہ کیا ہے حمید الماس ان میں سے ایک ہیں لیکن اتفاق ایسا ہے کہ اردو شاعروں کے ہاتھوں سے گزرتے ہوئے مختصر نظم ہائیکو اور سن رائی یو کی ہیئتی اور ساختی حدود گڈمڈ ہو گئی ہے۔ اردو شعراء کے بیشتر ہائیکو محض بیان کی سطح پر ہیں شاعری کی بنیادی خصوصیت تجسیم کاری کے حسن سے بھی عاری ہیں۔

بعض اوقات ایک جملے یا مصرعے کے تین ٹکڑے ہیں اور آخری مصرعے میں طلوع تفتیش کے حسن حیرت و استعجاب اور آخری لفظ کے طور پر نام یا اسم NOUN کی موجودگی سے عاری ہیں مضامین کے اعتبار سے بھی دونوں اصناف ہائیکو اور سن رائی یو دس ای او) میں حد امتیاز کا کوئی احترام نہیں کیا

وہی کیفیت ہے جس سے دو سطروں کی تین سطریں بن جاتی ہیں۔ رکن مفاعیلن (بحر ہزج) میں تین رمل محبون (فاعلاتن فعلاتن) میں ایک اور مضارع اخرب مکفوف (مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن) میں تین نظمیں شامل ہیں۔ آخرالذکر وزن کو برتتے ہیں غزل کے "ڈیڑھ" مصرعے کو تین سطروں میں بانٹا گیا ہے۔

بعض نظموں میں قوافی اور ردیفوں کا التزام ہے جس سے آہنگ کی یکسانیت میں کچھ حرکت پیدا ہوتی اور وجدان نے حسیاتی ارتعاشات سے آشنا ہوتا ہے۔

تین سطروں پر مشتمل ہونے کے سبب ہر نظم کو تثلیت کہا جاسکتا ہے لیکن کسی نظم میں تثلث کی روایتی ہیئت نہیں اپنائی گئی ہے جس میں پہلا اور تیسرا مصرع ہم قافیہ ہوتے ہیں (الف ب الف) تین سطروں اور سترہ حرفیوں (پانچ سات پانچ) میں لکھی جانے والی ہائیکو کا تاثر بھی ان نظموں میں کسی پر نہیں کیوں کہ یہاں تمام تین سطروں میں عروضی رکن (عموماً فاعلاتن) کو صوتی آہنگ کی اکائی بنایا گیا ہے اس لیے انھیں صرف مختصر نظمیں کہا جاسکتا ہے، کوئی مخصوص نام نہیں دیا جاسکتا۔

بعض نظموں کے فنی سقم سے قطع نظر ان میں استعارہ سازی، تمثیل نگاری اور حسیاتی عنصر کی کارفرمائی جابجا نظر آتی ہے لیکن شعری پیکر تراشی کو ان نظموں کا خاص وصف قرار دیا جاسکتا ہے کبھی پوری نظم اور کبھی ایک دو سطریں ان پیکروں کی ترسیل کرتی اور قاری کے ذہن پر ایک اچھی حسیاتی تاثر مرتسم کرجاتی ہیں

کتاب کے نام "رنگ تماشہ" سے بھی ذات و کائنات میں وقوع پذیر ہونے والی لمحہ لمحہ تبدیلیوں کا عکس نمایاں ہے شاعر کی ذات اور ذات سے پرے کائنات میں ہونے والے تماشوں کا اظہار شعری پیکر تراشی کے توسط سے فنکارانہ ڈھنگ میں کامیاب قرار دیا جاسکتا ہے جس کی حمید الماس نے دوسو بار کوشش کی ہے اور یقیناً بعض تماشوں کو ان کے حقیقی رنگوں میں اجاگر کرنے میں وہ کامیاب بھی رہے ہیں۔

سلیم شہزاد

وزن بدل جاتا ہے

فاعلاتن فاعلن (کوئی سستا ہی نہیں)

مستفعلن (دل کی صدا)

گویا اس تجزیے کی رو سے غزل کے شعر کو توڑ کر تین یا چار سطروں میں نہیں لکھ سکتے غزل کا شعر اگر مختصر نظم ہے تو پابند مختصر نظم ہے اسی مختصریعنی دو یا تین سطروں پر مشتمل نظم کہنے کے لیے نظم کہنے ہی کے ترجے پر چلنا ہوگا جس کے تقاضے ظاہر ہے کہ شعر کہنے کے تقاضوں سے جدا ہیں، جو ہمارے تیسرے سوال کا جواب دیتے ہیں کہ نظم چاہے جس قدر مختصر ہو اس کے مصرعوں یا سطروں کی طوالت یا اختصار خیال کی طوالت یا اختصار پر منحصر ہوگا۔ نظم ۸ جس کی مثال میں دی جا سکتی ہے:

لامکاں اُجلے پرندوں کے تعاقب میں

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فا

نظر آئی ہیں مجھ کو دور تک

علاتن فاعلاتن فاعلا

اُڑتی ہوئی پرچھائیاں

تن فاعلاتن فاعلن

سائڈ کی تقطیع سے آزاد نظم کی تکنیک بھی واضح ہوتی ہے کہ اگر اسے لکھنے کے لیے ایک عروضی رکن مقرر کیا گیا تو سطروں کی طوالت یا اختصار میں اسی رکن کو کہاں کہاں سطر کے اختتام یا ابتدا میں توڑ کر آ ا اور بقیہ حروف رکن سے مربوط ہوتا ہے (پہلی سطر کا اختتام فا، دوسری سطر کی ابتدا علاتن، اسی سطر کا اختتام فاعلا اور تیسری سطر کی ابتدا تن) دو سو میں سے ۱۴۸ نظموں میں صرف فاعلاتن کی تکرار ان کے مسلسل مطالعے میں گرانی پیدا کرتی ہے شاعر کو بحروں کے انتخاب میں تنوع کا خیال رکھنا چاہیے تھا

جن سولہ نظموں میں حمید الماس نے فاعلاتن کو چھوڑ کر دیگر عروضی ارکان اختیار کیے ہیں ان میں ایک نظم میں مفعلن کی تکرار ملتی ہے آٹھ نظمیں بحر خفیف مسدس محذوف/مقصور کے وزن فاعلاتن مفاعلن فعلن/فعلان میں کہی گئی ہیں ان میں بھی چار نظموں کی

ان نظموں میں ہر نظم تین مصرعوں پر مشتمل ہے (بشرطیکہ ایک یا دو تین لفظوں کے مجموعے کو بھی مصرع کہا جائے) سولہ نظموں کے علاوہ باقی تمام نظمیں بحر رمل کے رکن فاعلاتن کی تکرار سے تخلیق کی گئی ہیں اور ان کا اختتام اسی رکن کے محذوف زحاف فاعلن پر ہوتا ہے۔ کہیں کہیں ہر مصرع اس زحافی رکن پر ختم کیا گیا ہے یعنی اس طرح

فاعلاتن فاعلن

فاعلاتن فاعلن

فاعلاتن فاعلن

بعض نظمیں بظاہر تین مصرعوں میں منقسم ہیں لیکن حقیقتاً وہ بحر رمل کے متعین و موزوں ارکان کے اشعار ہیں یعنی شاعر نے دو مصرعوں کو توڑ کر تین مصرعوں میں لکھا ہے۔ اگر یہ اس طرح لکھے سے دو کے "تین مصرعے" نہیں ہو جاتے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا غزل کے کسی شعر کو توڑ کر لکھنے سے وہ مختصر نظم بن جاتا ہے، یا غزل کا شعر ایک یا دو مختصر نظم ہے؟ یہ سوال بھی کہ آزاد نظم کے طویل و مختصر مصرعوں یا سطروں کی طوالت و اختصار کا جواز کیا ہے؟

" رنگ تماشہ " کی ایک نظم ۹۷ اس طرح ہے:

سب کے سب ہیں عقل کے پیچھے رواں

کوئی سنتا ہی نہیں

دل کی صدا

اس نظم کو بحر رمل مسدس محذوف کے مطابق اس طرح لکھیں

سب کے سب ہیں عقل کے پیچھے رواں

کوئی سنتا ہی نہیں دل کی صدا

تو یہ ایک فرد (تنہا شعر) بن جاتی ہے جس کا وزن عروضی اصول کے مطابق روایتاً دو مصرعوں میں

فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

ہوتا ہے نظم کی صورت میں درج بالا تین سطروں کی تقطیع کرے۔ یہ پہلی سطر یا مصرعے کا وزن تو اصول کے مطابق آتا ہے (فاعلاتن فاعلاتن فاعلن) مگر دوسری اور تیسری سطر کا

ہی نہیں)

کو توڑ کر تین یا چار سطروں میں نہیں لکھ سکتے غزل کا شعر
تی مختصر یعنی دو یا تین سطروں پر مشتمل نظم کہنے کے لیے
کے تقاضے ظاہر ہے کہ شعر کہنے کے تقاضوں سے جدا ہیں
ہیں کہ نظم چاہے جس قدر مختصر ہو اس کے مصرعوں یا سطروں
اختصار پر منحصر ہوگا۔ نظم ۵ جس کی مثال میں دی جا سکتی

جلے پرندوں کے تعاقب میں
مفاعلاتن فاعلاتن فا
ہیں مجھ کو دور تک
مفاعلاتن فاعلا
ہوئی پرچھائیاں
فاعلاتن فاعلن

د نظم کی تکنیک بھی واضح ہوتی ہے کہ اگر اسے لکھنے کے لیے
ول کی طوالت یا اختصار میں اسی رکن کو کہاں کہاں سطر کے
ا اور بقیہ حروف رکن سے مربوط ہوتا ہے (پہلی سطر کا اختتام
اسی سطر کا اختتام فاعلا اور تیسری سطر کی ابتدا تن) دوسو
فاعلاتن کی تکرار ان کے مسلسل مطالعے میں گرانی پیدا کرتی
ہیں توازن کا خیال رکھا جانا چاہیے تھا
الماس نے فاعلاتن کو چھوڑ کر دیگر عروضی ارکان اختیار
مفعلن کی تکرار ملتی ہے آٹھ نظمیں بحر خفیف مسدس
تن مفاعلن فعلن / فعلان میں کہی گئی ہیں ان میں بھی چار نظموں کی

سال اشاعت —— ۱۹۸۹ء
قیمت —— چالیس روپے
کاتب —— راحت علی خاں رامپوری
مطبع —— اے ون آفسٹ پریس۔ دہلی
سرورق —— حبیب پرمار

زیر اہتمام
پریم گوپال متل

ناشر۔ موڈرن پبلشنگ ہاؤس ۹ گولا مارکیٹ۔ دریا گنج نئی

یہ دوسو نظمیں

نظم میں ہزار مصرعوں پر بھی مشتمل ہو سکتی ہے اور صرف تین مصرعوں پر بھی نظم کا ہر مصرع قواعد و عروض کے مطابق متعین ارکان کا حامل اور تسلسلِ خیال کے تحت اس کا ہر مصرع غیر ہم وزن یا تعدادِ ارکان کا غیر یا سد بھی ہو سکتا ہے۔ طوالت و اختصار کا مسئلہ دراصل نظم میں پیش کیے گئے خیال کی طوالت یا خیال کے اختصار پر انحصار کرتا ہے۔

قصائد، مثنویاں، مراثی یا رزمیہ نظمیں عموماً طویل تر ہوا کرتی ہیں۔ یہ چاہے کسی روایتی یا سد ہئیت میں لکھی گئی ہوں یا ان میں آزاد نظم کی ہئیت اختیار کی گئی ہو، مگر آج کل باستثنائے چند ہمارے نئے شعرا عموماً مختصر گوئی کی طرف مائل نظر آتے ہیں اور ان کے اسی نئے رویے کا اظہار تثلیث، رُباعی، ہائیکو یا مختصر تر آزاد نظم کی ہئیتوں کے توسط سے سامنے آرہا ہے

مختصر تر نظم کی روایت کا سرا غزل کے اشعار سے ملتا ہے۔ غزل کا ہر شعر ایک دو مصرعی نظم ہوتا ہے۔ مسلسل غزل سے قطع نظر عام طور پر ہر غزل کا ہر شعر اپنی ایک معنوی اکائی رکھتا اور اپنے قریب ترین واقع ہونے یعنی لکھے جانے والے شعر یا شعروں سے معنوی طور پر قطعی مختلف ہوتا ہے، چاہے ان کے قوافی یکساں ہی کیوں نہ ہوں۔ اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ نظم کی طوالت یا اختصار نظم کے اظہارِ خیال کی طوالت یا اختصار پر منحصر ہے۔ غزل کا ہر شعر ایک لمد یا یہ مختصر نظم ہے اگر خیال کسی قدر طویل ہو تو شاعر دو کی بجائے تین یا چار یا رائد یا سد یا آزاد مصرعوں میں اسے ادا کر سکتا ہے۔ اس طرح وہ غزل کی ہئیت سے جدا مختصر آزاد نظم کی ہئیت اختیار کرتا اور اپنے ما فیہ کو اپنے اظہار کی روانی، خیال کی وسعت اور وجدان سے ہم آہنگی کے ساتھ کاغذ پر اُتارتا ہے۔ حمید الماس کی زیرِ نظر دوسو مختصر نظموں میں یہ سب عناصر یکجا اور جدا ہر دو طرح موجود ملتے ہیں۔

سال اشاعت ——— ۱۹۸۹ء
قیمت ——— چالیس روپے
کاتب ——— راحت علی خاں رامپوری
مطبع ——— اے ون آفسٹ پرنٹرس۔ دہلی
سرورق ——— حبیب سرمار

زیر اہتمام
پریم گوپال متّل

ناشر۔ موڈرن پبلشنگ ہاؤس ۹، گولا مارکیٹ۔ دریا گنج نئی دہلی ۲

رنگِ تماشہ

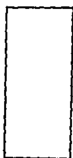
حمید الماس

موڈرن پبلشنگ ہاؤس
گولا مارکیٹ۔ دریا گنج،
نئی دہلی۔ ۱۱۰ ۲

रंगे तमाशा

लेखक

हमीद अलमास



محب عزیز

ڈاکٹر عزیز تمنائی کے لیے

RANG-E-TAMASHA [POETRY] HAMEED ALMAS Rs 40/-

رنگِ تماشہ

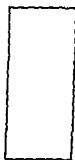
حمید الماس

ماڈرن پبلشنگ ہاؤس
گولا مارکیٹ ۔ دریا گنج،
نئی دہلی۔ ۲ ۱۱

رنگِ تماشہ

حمید الماس

موڈرن پبلشنگ ہاؤس
گولا مارکیٹ۔ دریا گنج،
نئی دہلی۔ ۲ ۱۱

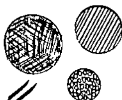


محبِ عزیز

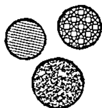
ڈاکٹر عزیز تمنائی کے لیے

حمید الماس

RANG-E-TAMASHA [POETRY] HAMEED ALMAS Rs 40/-



رنگِ تماشہ





حمید الماس

حمید الماس کی نظموں میں خلوت کا
ایک ایسا لمحہ بار بار اُبھرا ہے جو حوادث
سے نجات پانے کی آرزو کا بھی اعلامیہ ہے
اور ایک ایسا جزیرہ بھی ہے جہاں سے وہ
حوادث کے مواج سمندر پر ایک عارفانہ نظر
ڈال سکتا ہے درمیانِ قعرِ دریا تختہ بند ہونے
کے باوجود شعورِ ذات بلکہ معرفتِ ذات سے
متصف ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے حمید الماس
کو یہ سعادت نایاب حاصل ہے۔ اور اس سے
اس کے کلام میں گہرائی اور لطافت پیدا ہوئی ہے

——— ڈاکٹر وزیر آغا